105721 ـ مقلد پر كوئى گناہ نہيں

سوال

ميں ايك غير مسلم ملك ميں تعليم كے ليے آيا ہوں، ميرا سوال يہ ہے كہ: اگر علم و ورع ميں مشہور كسى عالم دين كى رائے پر عمل كروں خاص كر عبادات كے مسائل ميں ـ ميرے خيال كے مطابق اس كے پاس دليل ہے اور يہ مسئلہ اساسى طور پر ميرے جيسے شخص كے ليے نماز جمع اور قصر كرنے كے مسئلہ ميں ہے ـ تو كيا مجھ پر گناہ ہو گا، اور كيا ايسا كرنا صحيح ہے ؟

اور كيا يہ دينى وسعت ميں شامل ہوتا ہے، اس كے ساتھ اس روايت سے استدلال كرنا كہ رسول كريم صلى اللہ عليہ وسلم آسان ترين معاملہ اختيار كرتے تھے، جبكہ اس ميں كوئى گناہ نہ ہو، ميں بہت سارى مشكلات كا شكار ہوں جس نے تجربہ نہ كيا ہو وہ ان مشكلات كو نہيں جان سكتا، ليكن ـ اللہ اعلم ـ يہ رخصت صرف مشقت كى وجہ سے نہيں، بلكہ اللہ تعالى پسند كرتا ہے كہ اس كى رخصتوں پر عمل كيا جائے، برائے مہربانى آپ ميرے سوال كا جواب ديں، اللہ تعالى سے دعا ہے كہ وہ اسے آپ كى نيكيوں ميں شامل كرے.

پسنديدہ جواب

الحمد للہ.

اول:

اہل علم ميں سے علم و امانت ميں معروف كى تقليد كرنے پر ـ جبكہ وہ حديث كے مخالف نہ ہو ـ كوئى گناہ نہيں، جبكہ وہ اللہ تعالى كے درج ذيل فرمان پر عمل كر رہا ہو:

اگر تمہيں علم نہيں تو اہل علم سے دريافت كر ليا كرو النحل (43).

عامى يعنى ان پڑھ شخص كى بنسبت عالم شخص ايك دليل كى طرح ہے، اس كے ليے واجب ہے كہ وہ عالم دين كو تلاش كرے اور اس كے فتوى پر چلے.

شاطبى رحمہ اللہ كا كہنا ہے:

" مجتہدين كے فتاوى جات عام لوگوں كى بنسبت شرعى دلائل كى مانند ہيں، اس كى دليل يہ ہے كہ مقلدين كے ليے دلائل كا ہونا يا نہ ہونا برابر ہے، كيونكہ وہ اس سے مستفيد نہيں ہو سكتے، كيونكہ دلائل كو ديكھنا اور ان سے مسائل

کا استنباط کرنا ان پڑھ لوگوں کا کام نہیں، اور ان کے لیے بالکل یہ جائز نہیں اور پھر اللہ سبحانہ و تعالی کا فرمان ہے:

اگر تمہیں علم نہیں تو تم اہل علم سے دریافت کر لیا کرو .

اور مقلد شخص عالم نہیں، اس لیے اس کے لیے اہل علم سے دریافت کرنے کے علاوہ کچھ صحیح نہیں، اور مطلقا اہل علم ہی احکام دین میں مرجع ہیں، کیونکہ وہ شارع کے قائم مقام ہیں، اور ان کے اقوال شارع کے قائم مقام ہیں " انتہی

دیکھیں: الموافقات (4 / 292).

اور الموسوعۃ الفقھیۃ میں درج ہے:

" فتوى لينے والے شخص کو اگر کوئی حادثہ پیش آ جائے تو اسے علم و عدالت سے متصف شخص سے دریافت کرنا واجب ہے.

ابن عابدین کمال بن ھمام سے نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں:

اس پر اتفاق ہے کہ جو شخص علم و اجتھاد اور عادل ہونے میں معروف ہو، یا جس کی طرف وہ یہ منصوب دیکھے، اور لوگ اس کی تعظیم کرتے ہوئے اس سے فتوى ليتے ہوں تو اس سے فتوى دریافت کرنا حلال ہے، اور جس کے متعلق اس کا گمان ہو کہ وہ مجتھد اور عادل نہیں تو ایسے شخص سے فتوى نہ لینے پر اتفاق ہے.

اور اگر مستفتی یعنی فتوى لينے والا شخص ايك سے زائد عالم دین پائے اور وہ سب عادل ہوں اور فتوى دینے کے اہل ہوں تو جمہور فقھاء کے ہاں فتوى لينے والے کو اختیار ہے وہ جس سے چاہے فتوى لے، اور جس سے چاہے سوال کر کے اس پر عمل کرے اور اس پر ضروری نہیں کہ وہ ان میں سے افضل کو تلاش کرتا پھرے تا کہ اس سے سوال دریافت کرے، بلکہ اس کے لیے جائز ہے کہ اگر چاہے تو ان میں سے افضل سے سوال کر لے، اور اگر چاہے تو افضل کے ہوتے ہوئے مفضول سے سوال کر لے، اس کی دلیل انہوں نے یہ دی ہے:

فرمان باری تعالى ہے:

اگر تمہیں علم نہیں تو اہل علم سے پوچھ لیا کرو .

کیونکہ پہلے لوگ صحابہ کرام سے دریافت کیا کرتے تھے حالانکہ ان میں افضل اور اکابر صحابہ بھی موجود تھے، اور ان سے سوال کرنا بھی ممکن تھا.

اگر فتوى لينے والا ايك سے زائد مفتيوں سے فتوى لے اور ان سب كے فتوى جات ايك جيسے ہى ہوں اگر وہ ان كے فتوى پر مطمئن ہو تو اسے اس پر عمل كرنا چاہيے، ليكن اگر مختلف ہوں تو فقہاء كے دو قول ہيں:

جمہور فقہاء جن ميں احناف مالكيہ اور بعض حنابلہ اور ابن سريج اور سمعانى اور غزالى شافعى كہتے ہيں كہ عامى شخص كو يہ اختيار نہيں كہ وہ جو چاہے اختيار كرے اور جسے چاہے چھوڑ دے، بلكہ اسے ترجيح كے اعتبار سے عمل كرنا چاہيے.

اور شافعيہ اور بعض حنابلہ كے ہاں صحيح اور اظہر يہ ہے كہ مختلف فتوى دينے والوں كے مختلف اقوال ميں عامى شخص كو اختيار جائز ہے، كيونكہ عامى كے ليے تقليد ہے، اور وہ جس مفتى كے فتوى پر عمل كريگا يہ حاصل ہو جائيگا " انتہى مختصرا

ديكھيں: الموسوعۃ الفقھيۃ (32 / 47 - 49).

دوم:

سائل بھائى آپ كے ليے ضرورى ہے كہ آپ اپنا مسئلہ كسى ايسے عالم كے سامنے ركھيں جو امانت و عدالت اور ثقاہت ميں مشہور ہو پھر آپ اس كا فتوى لے كر اس پر عمل كريں، رخصت اور آسان ترين فتوى تلاش كر كے اس پر عمل كرنا صرف ايك ہى صورت ميں جائز ہے:

وہ يہ كہ مفتيوں كا كسى ايسے فرعى اور اجتہادى مسئلہ ميں اختلاف ہو، جس كے متعلق كتاب و سنت ميں كوئى نصوص نہ ہوں جو كسى ايك قول كو راجح قرار ديتى ہوں، بلكہ اس ميں مرجع اور ترجيح صرف رائے اور اجتہاد ہو، تو اس صورت ميں اگر مسلمان شخص كو اس كى ضرورت پيش آئے تو اس كے رخصت پر عمل كرنے ميں كوئى حرج نہيں، كيونكہ شرعى قاعدہ اور اصول ہے كہ:

" مشقت آسانى كو لاتى ہے "

لقاءات الباب المفتوح ميں شيخ ابن عثيمين رحمہ كا قول ہے:

سوال:

كيا ايك سے زائد عالموں سے فتوى لينا جائز ہے ؟

اور كيا فتوى مختلف ہونے كى صورت ميں مستفتى آسان ترين يا احوط ترين فتوى پر عمل كر سكتا ہے ؟

اللہ تعالی آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے.

جواب:

جب انسان کسی ثقہ اور متعبر عالم دین سے فتوی لے تو پھر اس کے لیے کسی اور عالم دین سے فتوی لینا جائز نہیں؛ کیونکہ ایسا کرنے سے دین کو کھیل بنانا اور رخصت تلاش کرنا ہے؛ وہ اس طرح کہ وہ فلان عالم دین سے دریافت کرتا ہے، اور اگر وہ فتوی اس کے مناسب نہیں تو کسی اور سے دریافت کرنا شروع کر دے، اور اگر اس کا جواب بھی اس کے مناسب نہ ہو تو کسی تیسرے سے دریافت کرنا شروع کر دے، اور پھر علماء کرام کا تو کہنا ہے کہ رخصتیں تلاش کرتے پھرنا فسق ہے.

لیکن بعض اوقات انسان کے پاس مثلا فلاں عالم دین کے علاوہ کوئی اور نہیں ہوتا، تو بطور ضرورت وہ اس سے دریافت کر لے، لیکن اس کی نیت میں ہوتا ہے جب علم و عمل اور تقوی و دین میں اس سے ثقہ اور معتبر عالم دین سے ملونگا تو اس سے دریافت کرونگا تو اس میں کوئی حرج نہیں کہ پہلے عالم دین سے ضرورت کی بنا پر دریافت کر لے پھر اگر اس سے بہتر عالم دین پائے تو اس سے پوچھ لے.

اور اگر علماء کرام اسے مختلف فتوی دیں، یا پھر مثلا ان کی جو تقارير اور دروس سنتا ہے اس میں اختلاف ہو تو جسے وہ دین اور علم میں اقرب الی الحق دیکھے اس کی بات تسلیم کر لے.

بعض علماء کا کہنا ہے: احتیاط اور احوط کی پیروی کرے اور یہ شدید ہے.

اور ایك قول یہ بھی ہے: آسان ترین کی پیروی کرے.

اور یہی صحیح ہے؛ جب آپ کے پاس فتوے برابر ہوں تو ان میں آسان ترین کی پیروی کر لو؛ کیونکہ اللہ کا دین آسانی اور سہولت پر مبنی ہے، نہ کہ شدت اور سختی پر، اور پھر عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصف بیان کرتے ہوئے کہتی ہیں:

" جب انہیں دو معاملوں میں اختیار دیا جاتا تو وہ ان دونوں میں سے آسان ترین کو اختیار کر لیتے جبکہ وہ گناہ نہ ہوتا " انتہی

دیکھیں: لقاءات الباب المفتوح لقاء نمبر (46) سوال نمبر (2).

اس بنا پر آپ کے لیے رخصت والے قول پر دو شرطوں کے ساتھ عمل کرنا جائز ہے:

1 ـ اس نے سلف اور خلف علماء کرام میں سے جمہور علماء کی مخالفت نہ کی ہو، بلا شك وشبہ وہ سب سے زیادہ

تقوى و ورع اور علم ركھنے والے تھے جن كى اتباع لوگوں كو اپنے مذہب ميں كرنى چاہيے.

2 ـ دونوں قول كے مالك علماء كے دلائل مسئلہ ميں برابر ہوں، تو اس وقت آپ كے ليے آسان ترين قول لينا جائز ہے.

واللہ تعالى اعلم.

اس سلسلہ ميں ہمارى ويب سائٹ پر موجود سوال نمبر (9516) اور (22652) اور (30842) كے جوابات كا مطالعہ كريں.

واللہ اعلم .